مذہب کے نام پر ماورائے عدالت قتل فقہ اسلامی کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ

Extrajudicial Killings on Religious Grounds: An analytical Study in Islamic Law

Shehla Noor, ** Dr. Umair Mahmood Siddique

** Ph.D. Scholar, Department of Islamic Learning, University of Karachi.*

*** Assistant Professor, Department of Islamic Learning, University of Karachi.*

KEYWORDS

Apostasy
Blasphemy
Capital punishment
Dhimmi
Extrajudicial killing
Judiciary

ABSTRACT

Islam is a religion of stability and moderation, firmly opposing all forms of extremism, even when committed in the name of religion. Extremism opens the door to societal unrest and criminal behavior; therefore, Islamic law prescribes punishments for certain crimes to maintain social order and peace. Among the most severe of these crimes is the act of blasphemy against Islamic teachings or the Prophet Muhammad (ﷺ), for which the punishment under Islamic jurisprudence is death, regardless of whether the offender is Muslim or non-Muslim.A Muslim who commits this act is considered an apostate and, according to Islamic law, subject to the capital punishment of hadd, which is fixed and non-negotiable. Similarly, a non-Muslim resident (dhimmi) of an Islamic state forfeits the protections of the dhimma contract upon committing blasphemy, rendering both Muslim and non-Muslim offenders mubah- ul-dam (liable to be killed under law). This position aligns with the consensus (ijma) of classical Islamic jurists. It is also reflected in Pakistan's legal code, particularly Section 295-C of the Pakistan Penal Code. However, Islamic jurisprudence unequivocally delegates the authority of implementing such punishments exclusively to the state or ruling authority (imam), not to individuals or vigilante actors. The four major Sunni schools of thought (Hanafi, Maliki, Shafi'i, and Hanbali) emphasize this principle. Nevertheless, the issue of killing a blasphemer has been treated separately by classical jurists due to the blasphemer's mubah-ul-dam status, which is not present in other types of murder. If an individual commits iftiyat (usurping the ruler's right to enforce hudud by killing someone) and successfully proves in court that the deceased was indeed guilty of blasphemy, the killer will not face the death penalty, as the victim was lawfully killable. However, due to the unauthorized execution of justice, the killer may still face disciplinary punishment. Conversely, if the court does not confirm the blasphemy charge according to due legal procedure, the killer shall be deemed guilty of intentional murder of a believer and sentenced to death, along with possible additional penalties for causing societal disorder (fasad -fil-ardh).

تعارف

مذہب انسان کی زندگی میں ایک ایسا عنصر ہے جو اس کی اخلاقی، معاشرتی، معاشی، روحانی اور قانونی حدود متعین کرتا ہے، دنیا میں ایسا کوئی مذہب نہیں ہے جو اپنے پیروکار کو شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دے بلکہ مذہب کی جانب سے ایسی تعلیمات ضرور ملتی ہیں جو شخص کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو بہتر بنا سکتی ہیں۔ خاص طور پر اسلام ایسا مذہب ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں پیروکاروں کو رہنمائی

*Corresponding Author: *Shehla Noor*
Email Address: Shehlanoor336@gmail.com

فراہم کرتا ہے جن پر اگر ہر فرد عمل کرے تو ایک مثالی معاشرہ بن سکتا ہے۔ اور یہ رہنمائی صرف زبانی احکامات تک ہی محدود نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں اسلامی تعلیمات کو عملی شکل میں پیش کیا، ایک مثالی فرد اور پھر مدینہ طیبہ میں ایک مثالی معاشرہ قائم کر کے دکھایا۔ بنیادی طور پر اسلام ایک امن پسند اور متوازن دین ہے، جہاں نیک اعمال کی ترغیب اور حوصلہ افزائی کرتا ہے وہیں برے اعمال کے لیے ترہیب اور حوصلہ شکنی لیے ہوئے ہے، ساتھ ہی ایسی حدود مقرر کرتا ہے جس سے انسان خود کو اور معاشرے کو فساد سے بچا سکتا ہے، اسلام جرائم کے ارتکاب کو روکنے کے لیے باقاعدہ سزائیں بھی تجویز کرتا ہے۔ لیکن صورت حال اس وقت ایک نازک اور حساس مرحلے میں داخل ہو جاتی ہے جب مذہب کے نام پر ہی جرائم کا ارتکاب کیا جائے اور مذہبی و مسلکی بنیادوں پر انتہاء پسندی اور تشدد جیسے سنگین جرائم رونما ہوتے ہیں، لیکن ان میں سب سے تکلیف دہ صورت ماورائے عدالت قتل کی ہے۔ قاتل کی جانب سے یہ اقدام اس وقت کیا جاتا ہے جب کوئی شخص توہین کا مرتکب ہوتا ہے، توہین و تحقیر شریعت اسلام، شعائر اسلام اور خاص طور پر پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات مبارکہ کو اس کا مرکز بنایا جاتا ہے، اور قاتل اپنے جذبات پر قابو نہ رکھتے ہوئے یا عدالتوں پر عدم اعتماد کی وجہ سے گستاخ کو قتل کر دیتا ہے۔ یاد رہے مذہب کے نام پر ماورائے عدالت قتل کا سلسلہ عصر قدیم سے جاری رہا ہے لیکن پہلے اس کے اثرات اسی خاص خطے تک محدود رہتے تھے جہاں واقعہ رونما ہوتا تھا، عصر حاضر میں گلوبلائزیشن، رابطے کی آسانی اور جدید ٹیکنالوجی کی وجہ سے جہاں توہین کی صورتوں اور طریقہ کار میں اضافہ ہوا ہے وہیں دنیا کے کسی بھی خطے میں اگر توہین ہوتی ہے تو پوری دنیا میں اس کا اثر دیکھا جاتا ہے اور کل عالم اسلام کے جذبات مجروح ہوتے ہیں، بات یہیں تک نہیں رہتی بلکہ گستاخ کو قانون کے کٹہرے میں لانے کی بجائے اسے تحفظ فراہم کیا جائے یا اسے انعامات و القابات سے نوازا جائے تو صورت حال مزید سنگین ہو جاتی ہے۔ ایسے حالات میں مسلمان بسا اوقات انتہائی قدم اٹھاتے ہوئے گستاخ کو قتل کرنے کا اقدام کرتے ہیں۔

چنانچہ اسلام میں گستاخ رسول کے خلاف حساسیت کے پیش نظر، اس موضوع پر مختلف مکاتب فکر کے علماء و فقہاء نے متنوع آراء پیش کی ہیں۔ اس مقالے میں ماورائے عدالت قتل کی اسلامی فقہ میں حیثیت، اس کے شرعی احکام، اور مختلف فقہی مکاتب فکر کے نظریات کا تجزیہ کیا جائے گا تاکہ واضح ہو سکے کہ آیا مذہب کے نام پر ماورائے عدالت قتل کی کیا حیثیت ہے؟ اگر کوئی شخص قانون ہاتھ میں لیتے ہوئے کسی گستاخ کو قتل کر دیتا ہے تو اس قاتل کے لیے کیا حکم ہو گا؟ کیا اسے قصاص میں قتل کیا جائے گا؟ یا اس کے لیے کوئی اور سزا تجویز کی جائے گی؟ اس ضمن میں گستاخ رسول کی سزا اور سزا کو نافذ کرنے کی ذمہ داری کس پر ہے؟ اس بات کو بھی واضح کیا جائے گا۔ مضمون میں ماورائے عدالت قتل کی اصطلاح واضح کرتے ہوئے بالترتیب گستاخ رسول کی سزا، سزا کے نفاذ کا حق کس کا ہے؟ اور پھر گستاخ کو ماورائے عدالت قتل کرنے والے قاتل کی سزا کے بارے میں شرعی حکم فقہاء کرام کی آراء سے پیش کیا جائے گا۔

سابقہ کام

زیر نظر موضوع کے حوالے سے سابقہ کام کو اگر دیکھا جائے تو گستاخ رسول کی سزا، ناموس رسالت ﷺ، توہین مذہب و توہین رسالت اور قانون توہین رسالت پر اعتراضات کے حوالے سے مضامین اور کتب موجود ہیں۔ لیکن تحقیقی کام اس طرز پر کے مذہبی بنیادوں پر ماورائے عدالت قتل کرنے والے کے لیے شریعت اسلامیہ کے احکامات زیر بحث لانا، مفقود ہے۔ عصر حاضر کا انتہائی اہم اور تحقیق طلب موضوع ہونے کی وجہ سے اس پر کام ضروری تھا کہ جس میں مذہب کے نام پر ماورائے عدالت قتل کی شرعی حیثیت پر بات کرتے ہوئے گستاخ رسول کو قتل کرنے والے شخص کے بارے میں حکم شرعی بیان کیا جائے کہ آیا اس قاتل کو بھی دیگر قتل کرنے والوں کی طرح سزائے موت دی جائے گی؟ یا اس قاتل کا معاملہ دیگر سے الگ ہو گا۔ زیر قلم مضمون اس موضوع پر منفرد حیثیت کا حامل ہے۔

زیر منہج تحقیق

قلم مضمون کا اسلوبِ تحقیق بیانیہ، مدلل، سہل، اور واضح ہو گا۔ چونکہ موضوع کا تعلق فقہ اسلامی سے ہے لہذا، اس سلسلے میں خاص طور پر فقہی طرز کی کتب سے استفادہ کیا جائے گا۔ موضوع سے متعلق مواد کے لیے فقہاء اربعہ کی کتب سے استفادہ کرتے ہوئے مذہبی بنیادوں پر ماورائے عدالت قتل اور قاتل کے حوالے سے ان کے موقف اور بیان کردہ احکامات کو پیش کیا جائے گا۔ آخر میں مضمون کا خلاصہ وسفارشات اور حوالہ جات پیش کیے جائیں گے۔

تحقیق کا مقصد

اس تحقیق کا مقصد ایک متوازن اور مستند علمی فریم ورک فراہم کرنا ہے جو مذہب، قانون، اور انسانی حقوق کے تناظر میں مذہب کے نام پر ماورائے عدالت قتل کے مسئلے کو سمجھنے اور اس کے حل کے لیے راہیں ہموار کرے۔

آیئے مضمون کی جانب بڑھتے ہوئے سب سے پہلے ماورائے عدالت قتل کی اصطلاح کو سمجھتے ہیں

ماورائے عدالت قتل سے مراد

ماورائے عدالت قتل دراصل وہ قتل ہے جو ریاست یا کسی فرد (سرکاری اہلکار یا عوام میں سے کوئی شخص یا اشخاص) کی جانب سے قانونی کاروائی کے بغیر انجام دیا جائے۔ چند تعریفات ملاحظہ ہوں:

Office of the UN High Commissioner for Human Rights:
Deprivation of life without full judicial and legal process, and with the involvement, complicity, tolerance or acquiescence of the Government or its agents (Justice Definitions Project, 2024)

"زندگی سے محروم کرنا بغیر مکمل عدالتی اور قانونی طریقہ کار کے، اور یہ عمل حکومت یا اس کے اہلکاروں کی شراکت، سازباز، برداشت یا خاموش رضامندی کے ساتھ انجام پانا۔"

Amnesty International An extrajudicial execution is an unlawful and deliberate killing carried out by order of a government or with its acquiescence… outside any judicial framework.(Amnesty International,1993)

"ماورائے عدالت قتل ایک غیر قانونی اور ارادۃً کیا گیا قتل ہے جو حکومت کے حکم یا اس کی رضامندی سے، کسی بھی عدالتی نظام یا قانونی طریقہ کار سے ہٹ کر انجام دیا جاتا ہے"

IGI Global (Academic Encyclopedia) Extrajudicial killing is the killing of a person by governmental authorities… without the sanction of any judicial proceeding or legal process. (IGI Global, 2021)

"ماورائے عدالت قتل ایک ایسے شخص کا قتل ہے جو حکومتی حکام کے ذریعے کیا جائے... بغیر کسی عدالتی کاروائی یا قانونی عمل کی اجازت کے"

مندرجہ بالا تعریفات سے ماورائے عدالت کے زمرے میں ترتیب وار، ریاست یا ریاستی عناصر کے ذریعے قانونی عمل کے بغیر قتل، حکومت کی جانب سے یا اس کی رضامندی سے غیر قانونی و ارادتی قتل، ریاستی سزا بغیر عدالتی عمل، سرکاری حکام کا قتل کا اقدام بغیر قانونی اجازت، ریاستی قاتلانہ کارروائی بغیر عدالتی عمل، کے پہلو سامنے آتے ہیں، لیکن بسا اوقات کسی عدالتی کاروائی کے بغیر ریاست کے علاوہ عوام سے بھی قتل سرزد ہوتے ہیں اس لیے ماورائے عدالت قتل (Extra-judicial Killing) کی جامع تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے:

"ایسا قتل جو ریاست یا کسی فرد کی جانب سے بغیر کسی قانونی کارروائی، عدالتی حکم، یا منصفانہ ٹرائل کے انجام دیا جائے، اور جس میں مقتول کو اپنی صفائی، وکیل یا اپیل کا حق نہ دیا گیا ہو۔"

آسان الفاظ میں ماورائے عدالت قتل کی علامات یا شرائط یوں بیان کی جاسکتی ہیں:

)۱ (قانونی کارروائی نہ ہوئی ہو (۲) کسی بااختیار عدالت نے قتل کا حکم نہ دیا ہو (۳) مقتول کو صفائی کا موقع نہ ملا ہو (۴) فیصلہ فرد یا گروہ نے خود کیا ہو۔

ماورائے عدالت قتل کا شرعی پہلو

فقہاء نے ایک اصولی مؤقف پیش کیا ہے کہ حدود کو نافذ کرنا امام کا حق اور ذمہ داری ہے۔ الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

"اتفق الفقهاء على أنه لا يقيم الحد إلا الإمام أو نائبه، وذلك لمصلحة العباد، وهي صيانة أنفسهم وأموالهم وأعراضهم (وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، 1404هـ)

"فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ حد کو صرف امام یا اس کا نائب ہی نافذ کرے گا، اور اس کی وجہ عوام کی مصلحت ہے، یعنی ان کی جانوں، مالوں اور عزتوں کی حفاظت کے لیے۔"

یہ عبارت فقہ اسلامی کے اس متفق علیہ اصول کو بیان کرتی ہے کہ حدود کا نفاذ عوام یا انفرادی افراد کا کام نہیں، بلکہ ریاستی اختیار ہے تاکہ معاشرے میں نظم و عدل قائم رہے اور کسی کی جان، مال یا عزت بغیر عدالتی و شرعی ثبوت کے ضائع نہ ہو۔ لہٰذا جرم اگر ثابت ہو تو قتل کی سزا صرف عدالت شرعیہ کے ذریعے دی جاسکتی ہے اور اگر کوئی شخص خود فیصلہ کر کے کسی کو قتل کرے، حتیٰ کہ وہ واقعی مجرم ہو، تو بھی یہ قتل بہر حال ماورائے عدالت قتل کہلائے گا۔

ماورائے عدالت قتل بین الاقوامی انسانی حقوق کی نظر میں

انسانی عالمی حقوق کے منشور کے مطابق ہر انسان کو جینے کا حق ہے جو اس سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ جیسا کہ آرٹیکل (3) میں درج ہے:

Everyone has the right to life, liberty and security of person.)United Nations,1948)

ہر شخص کو زندگی، آزادی اور شخصی تحفظ کا حق حاصل ہے"

یہ دفعہ انسانی حقوق کے بنیادی اصولوں میں سے ہے، جو ہر انسان کو بلا تفریق تحفظ فراہم کرتی ہے۔ اس دفعہ میں تین نکات بیان ہوئے، حق زندگی (Right to Life) یعنی ہر انسان کی زندگی محترم ہے، کسی کو ماورائے عدالت، غیر منصفانہ طریقے سے قتل نہیں کیا جاسکتا۔ ریاست کا فرض ہے کہ زندگی کے تحفظ کے لیے قانون بنائے اور اس کا نفاذ کرے۔ حق آزادی (Right to Liberty) ہر فرد کو آزادی کے ساتھ جینے، نقل و حرکت، سوچ، مذہب، اور اظہار رائے کا حق حاصل ہے نیز غیر قانونی قید، اغوا، یا غلامی آزادی کی خلاف ورزی ہے۔ شخصی تحفظ (Security of Person) ہر فرد کو جسمانی و ذہنی تحفظ حاصل ہے۔ تشدد، تضحیک، حراساں کرنے یا انسانی وقار کی پامالی کی اجازت نہیں۔ یہ دفعہ دنیا بھر کے دساتیر، قوانین اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی معاہدات کی بنیاد ہے ریاستیں اس اصول کی روشنی میں سزائے موت، ماورائے عدالت قتل، اور غیر قانونی حراست پر قانون سازی کرتی ہیں۔ لہٰذا اگر کسی کو ماورائے عدالت قتل کر دیا جاتا ہے تو یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیا جاسکتا ہے۔

مندرجہ بالا ماورائے عدالت قتل کی تفصیل کے بعد کہا جاسکتا ہے کہ اگر قتل کرنے کی وجہ مذہب سے متعلق ہو جس میں توہین شریعت یا توہین پیغمبران عظام علیہم السلام شامل ہو، تو اس صورت میں اس قتل کو مذہب کے نام پر ماورائے عدالت قتل کا عنوان دیا جاسکتا ہے۔ یاد رہے کہ ماورائے عدالت قتل متعدد وجوہات کی بناء پر ہوتا ہے جس میں ذاتی دشمنی و عناد،، مفادات، بدلہ لینے کے لیے اور چوری وڈاکہ زنی کے دوران قتل وغیرہ شامل ہیں۔ عالمی سطح پر "مذہب کے نام پر ماورائے عدالت قتل" کا موضوع

خاص توجہ کا حامل ہے اور اس سلسلے میں اہل اسلام کو دباؤ کا سامنا رہتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ مذہبی وجوہات میں عام طور پر توہین رسالت کے ارتکاب کرنے کی بناء پر سب سے زیادہ اہل اسلام میں اشتعال پایا جاتا ہے اور زیادہ مشہور واقعات اسی ضمن میں ہوئے ہیں۔ یہاں پیش نظر مذہب کے نام پر ماورائے عدالت قتل پر گفتگو کرنا اور اس مسئلے کو فقہ اسلامی کی روشنی میں واضح کرنا ہے۔ مضمون میں ترتیب وار گستاخ رسول کی سزا، سزا پر عمل درآمد کا حق دار کون؟ اور پھر اس مسئلے پر فقہاء کرام کی تصریحات ذکر کی جائیں گی کہ آیا اگر کوئی شخص قانون ہاتھ میں لیتے ہوئے کسی گستاخ کو ماورائے عدالت قتل کر دیتا ہے تو اس قاتل کے لیے کیا حکم ہو گا؟ دیگر ماورائے عدالت قتل کے مقدمات کی طرح کیا اسے بھی قصاص میں سزائے موت دی جائے گی یا نہیں؟

گستاخ رسول کی سزا

مذہبی بنیادوں پر جب ماورائے عدالت قتل کی بات کی جاتی ہے تو یہاں مقتول کسی دنیاوی وجہ یا سبب سے قتل نہیں ہوتا بلکہ اس کے پیچھے کار فرما سبب اس کا مذہبی گستاخی کا ارتکاب کرنا ہے جس میں سب سے زیادہ پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات گرامی کی اہانت پائی جاتی ہے، اس لیے گستاخ رسول کے قاتل کے بارے میں حکم شرعی جاننے سے قبل گستاخ رسول کی سزا، اور اس پر فقہاء کرام کا مؤقف جاننا ضروری ہے خاص طور پر ائمہ اربعہ کی آراء خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ توہین کے مرتکب کے واجب القتل ہونے پر امت کا اجماع ہے اور اس مسئلے پر کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ گستاخ رسول کے قتل پر اجماع کے حوالے سے قاضی عیاض فرماتے ہیں:

أنّ جَمِيع من سَبّ النَّبِيّ صلى الله عليه وسلم أَو عَابه أَو أَلْحق بِه نَقْصًا فِي نَفْسِه أَو نَسَبِه أَو دِينه أَو خَصْلَة من خِصَالِه أَو عَرّض بِه أو شبهة بشئ عَلَى طريق السَّبّ له أَو الأزْرَاء عَلَيْه أو التَّصْغِير لِشَأْنِه أَو الْغَضّ مِنْه وَالْعَيْب له فَهُو سَاب لَه وَالْحُكْم فِيه حُكْم السَّابّ يقْتَل (عياض بن موسى، 1407ھ)

"تمام وہ (الفاظ) جو نبی کریم ﷺ کے لیے بطور (گالی) بولے جائیں، یا جن سے آپ ﷺ کی عیب جوئی ہوتی ہو، یا آپ ﷺ کی ذات شریفہ یا آپ ﷺ کے دین یا آپ ﷺ کے اسوہ یا آپ ﷺ کے خصائل میں سے کسی خصلت میں نقصان لاحق ہوتا ہو یا بطریق سب آپ ﷺ پر تعریض یا اس کے مشابہ لفظ بولے یا بر سبیل سب وشتم، استخفاف یا تحقیر و تصغیر شان کرے یا آپ ﷺ پر نکتہ چینی یا عیب جوئی کرے وہ سب گالی میں شمار ہو گا اور گالی دینے والے کی طرح اس کا حکم، قتل ہو گا۔"

محمد بن سحنون مالکی فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ أَنَّ شَاتِمَ النَّبِيّ صلى الله عليه وسلم الْمُتَنَقِّصَ لَهُ كَافِرٌ، والوعيد جار عليه بعذاب الله له، وَحُكْمُهُ عِنْدَ الْأُمَّةِ الْقَتْلُ.. وَمَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهِ وَعَذَابِهِ كَفَرَ (عياض بن موسى، 1407ھ)

"اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والا اور آپ ﷺ کی توہین کرنے والا کافر ہے۔ اس کے بارے میں عذاب خداوندی کی وعید آئی ہے۔ امت کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے۔ جو شخص اس کے کفر اور اس کی سزا میں شک کرے وہ کافر ہے "

قاضی عیاض نے شفاء شریف میں بالتفصیل ایسی باتوں کو گنوایا ہے جن سے کسی بھی طرح آپ ﷺ کی توہین، تحقیر، تضحیک، تصغیر، سب وشتم ہوتا ہو پھر چاہے وہ بلا قصد ہو بالقصد، اشارۃً ہو یا صراحتًا، ایسے شخص کو قتل کیا جائے گا اسی طرح محمد بن سحنون مالکی نے اس مسئلے پر امت کا اجماع نقل کیا ہے کہ ایسے شخص کے قتل پر تمام امت کا اجماع ہے بلکہ جو اس کے کفر اور سزا میں شک کرے وہ بھی کافر ہو گا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ توہین کا مرتکب یا تو مسلمان ہو گا یا غیر مسلم، پھر اگر غیر مسلم ہے تو حربی ہو گا یا ذمی۔ حربی کافر اس بحث سے خارج ہو گا کہ وہ ویسے ہی مباح الدم ہوتا ہے اس جرم کے بعد وہ بدرجہ اولیٰ واجب القتل ہو گا۔ جبکہ مسلمان، اسلام کی وجہ سے اور ذمی عہد ذمہ کی وجہ سے حرمت رکھتا ہے۔ لیکن مسلمان اگر توہین کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ مرتد ہو جاتا ہے اور مرتد مباح الدم ہوتا ہے اسی طرح ذمی توہین کے جرم کے باعث عہد ذمہ کھو بیٹھتا ہے اور اس کا خون بھی حلال ہو جاتا ہے اس لیے ان کی سزا قتل ہو گی۔ اس حوالے سے ائمہ ابعہ کا مؤقف ملاحظہ ہو:

امام شافعی اور ان کے اصحاب کا یہی مؤقف ہے کہ گستاخ اہل اسلام سے ہو یا اہل ذمہ سے بہر صورت اسے قتل کیا جائے گا۔ امام شافعی کتاب الام میں فرماتے ہیں:

إذا أراد الإمام أن يكتب كتاب صلح على الجزية كتب" وذكر الشروط إلى أن قال: "وعلى أن أحدا منكم إن ذكر محمدا صلى الله عليه وسلم أو كتاب الله أو دينه بما لا ينبغي أن يذكره فقد برئت منه ذمة الله ثم ذمة أمير المؤمنين وجميع المسلمين ونقض ما أعطى من الأمان وحل لأمير المؤمنين ماله ودمه كما تحل أموال أهل الحرب (محمد بن إدريس، 1403ھ)

"جب امام جزیہ کا عہد نامہ لکھنے کا ارادہ کرے تو اس میں شرطوں کا ذکر کرے، یہ بھی لکھا جائے کہ: اگر تم میں سے کوئی شخص محمد ﷺ یا کتاب اللہ یا دین اسلام کا تذکرہ نازیبا الفاظ میں کرے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ اور حاکم اور تمام مسلمانوں کی ذمہ داری اٹھ جائے گی اور جو امان اس کو دی گئی تھی ختم ہو جائے گی اور اس کا مال و خون امیر المؤمنین کے لیے اسی طرح حلال ہو جائے گا جس طرح اہل حرب کے مال و خون حلال ہیں۔"

امام شافعی کے مذکورہ الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ اہل ذمہ سے کوئی شخص پیغمبر اسلام، یا کتاب اسلام یا دین اسلام یعنی مذہبی بنیادوں پر توہین کا ارتکاب کرے تو اس کا عہد ختم ہو جائے گا اور اس کا مال اور خون حلال ہو جائے گا، یعنی وہ مباح الدم ہو جائے گا۔

چنانچہ اسے اس کے جرم کی پاداش میں قتل کیا جائے گا۔ اسی طرح مسلمان کے حوالے سے اجماع کا ذکر کرتے ہوئے اصحاب شافعی میں سے ابو بکر فارسی کہتے ہیں:

وقد حكى أبو بكر الفارسي من أصحاب الشافعي إجماع المسلمين على أن حد من يسب النبي صلى الله عليه وسلم القتل كما أن حد من سب غيره الجلد (أحمد بن عبد الحليم الحراني،1428ھ)

"اصحاب شافعی میں سے ابو بکر فارسی نے کہا ہے کہ اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والے کی حد قتل ہے جیسا کہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی کو گالی دینے والے کی سزا کوڑے مارنا ہے۔"

چنانچہ شافعی مذہب کے مطابق گستاخی کرنے والا مومن ہو یا ذمی اسے قتل کیا جائے گا۔ ذمی کا عہد اس جرم کے ارتکاب کی وجہ سے ختم ہو جائے گا اور وہ مباح الدم ہو گا۔ اسی طرح مسلمان اس جرم کے ارتکاب سے مرتد ہو جائے گا۔ اور یہ قتل بطور حد ہو گا یعنی اس میں کوئی تخفیف یا تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

امام احمد نے متعدد مقامات پر اس بات کو بیان کیا ہے کہ توہین کا مرتکب کافر ہو یا مسلم بہر صورت قتل کیا جائے گا۔ ابن تیمیہ نے الصارم المسلول میں امام احمد کے مسلک کو واضح کرتے ہوئے نقل کیا کہ:

كل من شتم النبى صلى الله عليه وسلم او تنقصه مسلما كان أوكافرا فعليه القتل، وأرى أن يقتل و لايستتاب. (أحمد بن عبد الحليم الحراني، 1428ھ)

"جو آدمی بھی خواہ مسلمان ہو یا کافر اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا ہے یا ان کی توہین و تنقیص کرتا ہے اس کو قتل کرنا واجب ہے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ اس کو توبہ کرنے کے لیے مہلت نہیں دی جائے گی بلکہ فوراً ہی قتل کر دیا جائے گا۔"

حنابلہ کے نزدیک بھی توہین و گستاخی کے ارتکاب کرنے والے کے لیے یہی حکم ہے کہ وہ واجب القتل ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر۔ امام احمد سے یہ بھی منقول ہے کہ ایسے گستاخ کو توبہ کی مہلت کے بغیر قتل کیا جائے گا۔

فقہاء مالکیہ کے نزدیک اگر کوئی شخص توہین کا ارتکاب کرے چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر، اسے قتل کیا جائے گا اس سلسلے میں قاضی عیاض مالکی، امام مالک کا مسلک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَمِنْ رِوَايَةِ أَبِي الْمُصْعَبِ وَابْنِ أَبِي أُوَيْسٍ سَمِعْنَا مَالِكًا يَقُولُ: «مَنْ سَبَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَوْ شَتَمَهُ أَوْ عَابَهُ أَوْ تَنَقَّصَهُ قُتِلَ مُسْلِمًا كَانَ أَوْ كَافِرًا وَلَا يُسْتَتَابُ (عياض بن موسى، 1407ھ)

ابی مصعب اور ابن ابی اویس کی ایک روایت میں ہے کہ ہم نے امام مالک سے سنا "جس نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی یا برا کہا یا عیب بیان کیا یا تنقیص کی اسے قتل کیا جائے گا چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر اور اس کی توبہ قتل نہیں کی جائے گی"

امام مالک اور اصحاب کے نزدیک بھی توہین کا ارتکاب کرنے والا قتل کیا جائے گا۔ اگر وہ ذمی ہو تو بھی اسی کی سزا قتل ہی ہوگی یعنی اس کا عہد ذمہ ختم ہو جائے گا اور اس جرم کی وجہ سے وہ مباح الدم ہوگا، اسی طرح اگر کوئی مسلمان توہین کا ارتکاب کرتا ہے وہ بھی واجب القتل ہوگا اور وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا اور نہ ہی اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔

فقہاء احناف کے نزدیک اگر مسلمان توہین کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ مسلمان اس فعل شنیع سے مرتد ہو جائے گا اور مرتد کی سزا بطور حد موت ہے۔ جبکہ ذمی اگر توہین کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے عہد کے ختم ہونے اور نہ ہونے دونوں کے اقوال موجود ہیں، لیکن ہر دو صورت میں اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔ اور چونکہ یہ جرم انتہائی سنگین ہے اس لیے حکومت کو اختیار ہوگا کہ وہ کوئی بھی انتہائی سزا، عمر قید یا سزائے موت دے سکتی ہے۔ یعنی جرم سے عہد کی منسوخی یا عدم منسوخی کا تعلق نہیں ہوگا بلکہ اسے جرم کی حساس نوعیت کے اعتبار سے سنگین سزا دی جائے گی۔ البتہ بعض فقہاء احناف نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ذمی کو بھی قتل کیا جائے گا اسے وہ سیاسۃ قتل کرنا کہتے ہیں۔ علامہ شامی بیان کرتے ہیں:

وَالْحَقُّ أَنَّهُ يُقْتَلُ عِنْدَنَا إذَا أَعْلَنَ بِشَتْمِهِ علیہ الصلاۃ والسلام (محمد أمین، 1386ھ)

"اور حق یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا جب وہ اعلانیہ آپ ﷺ کو گالی گلوچ کرے"

قاضی ثناء اللہ پانی پتی "تفسیر مظہری" میں فرماتے ہیں:

وفي الفتاوى من مذهب ابی حنيفة ان من سب النبي صلى الله عليه وسلم يقتل ولا يقبل توبته سواء كان مؤمنا او كافرا وبهذا يظهر انه ينتقض عهده ويؤيده ما روى ابو يوسف عن حفص بن عبد الله بن عمر ان رجلا قال له سمعت راهبا سب النبي صلى الله عليه وسلم فقال له لو سمعته لقتلته انا لم نعطهم العهود على هذا- (محمد ثناء الله، 1412ھ)

"فتاویٰ میں ابو حنیفہ کا مذہب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو نبی ﷺ کو گالی دے اسے قتل کیا جائے گا اور نہ اس کی توبہ قبول ہوگی چاہے وہ مومن ہو یا کافر اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس کا عہد ختم ہو جائے گا۔ اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو ابو یوسف نے حفص بن عبد اللہ بن عمر سے کی کہ ایک شخص نے (ابن عمر) سے کہا کہ میں نے ایک راہب کو آپ ﷺ کو گالی دیتے سنا تو آپ نے فرمایا اگر میں سنتا تو ضرور اسے قتل کر دیتا ہم نے انھیں اس لیے تو امان نہیں دی (کہ وہ شان رسالت میں توہین کرتے رہیں۔)"

اگر مرتکب نے اعلانیہ جرم کا ارتکاب کیا ہو تو اس معاملے میں احناف کی رائے بھی ائمہ ثلاثہ کے ساتھ ہے کہ اسے قتل ہی کیا جائے گا جیسا کہ شامی کی عبارت میں واضح ہے لیکن فرق یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ذمی کے لیے بھی سزا بطور حد ہوگی جبکہ احناف کے نزدیک بطور تعزیر ہوگی۔

مذکورہ بالا بحث کو اس طرح بھی بیان کر سکتا ہے:

اگر مجرم مسلمان ہو تو اس میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ وہ مرتد ہو جائے گا اور اسے حداً قتل کیا جائے گا۔ جبکہ مجرم اگر غیر مسلم ہو تو جرم کی سنگینی اور سخت سزا پر تو سب کا اتفاق ہے لیکن سزا کے تعین میں اس حوالے سے دو رائے ہیں:

ائمہ ثلاثہ کے مسلک کا حاصل یہ ہے کہ اگر مجرم اسلامی ریاست کا غیر مسلم شہری ہو تو:

- جرم حد کا مستوجب ہے
- صرف سزائے قتل ہوگی
- حکومت سزا تبدیل نہیں کر سکتی
- شہریت منسوخ ہو جائے گی، شہریت کی منسوخی جرم کے ارتکاب کا فوری نتیجہ ہے۔

علمائے احناف کی رائے یہ ہے کہ:

سزا بطور تعزیر ہوگی حد نہیں

اکثر علماء احناف نے ذمی کے قتل کی تصریح کی ہے۔ البتہ بعض فقہاء کے مطابق مخفی توہین کے ارتکاب کی صورت میں حکومت کو اختیار ہوگا کہ وہ کوئی بھی سنگین سزا تجویز کرے سزائے موت ہو یا عمر قید یا کوئی اور سزا۔

جرم قابل تعزیر ہے اس لیے قابل ترمیم بھی ہے

شہریت کی منسوخی یا عدم منسوخی سے جرم کا تعلق نہیں، اگر حکومت مناسب سمجھے تو شہریت منسوخ کر سکتی ہے (نذیر احمد خان، 2006ء)

یاد رہے کہ تعزیرات کا دائرہ وسیع ہوتا ہے اور جرم کی نوعیت کے اعتبار سے متعدد سزائیں بھی دی جاسکتی ہیں، کسی انتہائی سنگین جرم کو بھی حد کی بجائے قابل تعزیر ماننے کا ایک مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کی سزا حد سے بھی بڑھ کر دی جاسکتی ہے۔ کیونکہ تعزیری سزاؤں کا دائرہ کار وسیع ہوتا ہے۔ حنفی مؤقف کو سمجھنے کے لیے زنا اور لواطت کی مثال موجود ہے کہ غیر شادی شدہ کے لیے زنا سنگین نوعیت کا جرم ہے لیکن اس کے لیے سو کوڑے حد موجود ہے لہذا حکومت جرم کی مخصوص سزا نافذ کرنے کی پابند ہے۔ لیکن لواطت بھی احناف کے نزدیک مستوجب تعزیر ہے اس وجہ سے نہیں کہ یہ فعل سنگین و شنیع ہونے میں زنا سے کم ہے بلکہ اس لیے کہ اس کی سنگینی و گھناؤنا ہونا زنا کے جرم سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ فطرت کے خلاف ہے۔ لہذا حاکم کو اختیار ہوگا کہ وہ مجرم کو زنا کی سزا دے یا اس سے بڑھ کر سزا تجویز کرے جیسے: عمر قید دے دے، مجرم کو جلا دیا جائے، بلند پہاڑ سے گرا دیا جائے، پتھر برسائے جائیں وغیرہ۔ اسی طرح توہین رسالت انتہائی حساس اور سنگین فعل ہے اور غیر مسلم کے لیے اس کی سزا احناف نے تعزیرات کے زمرے

میں رکھا اس لیے کہ اس کو مجرم کو اس کے گھناؤنے فعل کے ارتکاب کی عبرتناک سزا دی جائے، مجرم اور جرم کی نوعیت کے لحاظ سے حاکم وقت کو اختیار ہو گا کہ وہ کوئی بھی سنگین تر سزا نافذ کرے۔

مندرجہ بالا فقہاء کرام کی آراء کے بعد بہتر معلوم ہوتا ہے کہ گستاخ رسول کے حوالے سے پاکستان میں نافذ قانون کا بھی ذکر کیا جائے، تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔ج کو " قانون توہین رسالت " کہا جاتا ہے۔ تمام مکاتب فکر کے علماء نے اس سے اتفاق کیا اور اکتوبر 1990 میں یہ دفعہ شامل قانون ہوئی۔ اس دفعہ کا متن درج ذیل ہے:

Whoever by words, either spoken or written, or by visible representation, or by any imputation, innuendo, or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of the Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) shall be punished with death, and shall also be liable to fine. (The Pakistan Penal Code)-

"جو کوئی الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری، یا مرئی نقوش کے ذریعے، یا کسی تہمت، کنایہ، یا درپردہ تعریض کے ذریعے، بلاواسطہ یا بالواسطہ، رسول پاک حضرت محمد ﷺ کے پاک نام کی توہین کرے گا تو وہ موت اور جرمانے کی سزا کا مستوجب ہو گا۔"

اس دفعہ کے نفاذ کا مقصد نبی کریم ﷺ کی عزت وناموس کو قانونی تحفظ فراہم کرنا اور اہل پاکستان کے جذبات واحساسات کو مجروح ہونے سے بچانا ہے۔ پاکستان چونکہ ایک اسلامی ملک ہے لہذا پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات مبارکہ اور نام نامی کی حفاظت کو یقینی بنانا حکومت کی ذمہ داری ہے اور یہی پاکستانی عوام کے جذبات کی ترجمانی بھی ہے۔ اس قانون کی رو سے جو شخص چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم پیغمبر اسلام ﷺ کی شان، آپ ﷺ کی ذات کے حوالے سے یا نام مبارک کے حوالے سے یا آپ ﷺ سے تعلق و نسبت رکھنے والی کسی چیز کے حوالے سے میں گستاخی کرتا ہے چاہے وہ اعلانیہ کرے یا مخفی کرے یا مجمع میں کرے یا کسی فرد واحد کے سامنے کرے اس جرم کی سزا موت ہے۔ اس کا معاملہ تمام حقائق کے ساتھ ریاست کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے ہے آج کے دور میں ریاست عدالت ہے، عدالتیں گواہوں کے بیانات لیتی ہیں تمام ثبوت لیتی ہیں دستاویزات لیتی ہیں پھر آخر میں فیصلہ کرتی ہیں۔ لہذا جب اس سلسلے میں باقاعدہ قانون موجود ہے جس کے بنانے کا مقصد ہی گستاخ کو سزا دینا ہے اور ماورائے عدالت قتل کے واقعات کا سدباب کرنا ہے تو یہ کام عدالتوں کو ہی کرنے دینا چاہیے۔ چنانچہ اس سلسلے میں تمام فقہاء کرام کا یہی موقف ہے کہ جرم کا معاملہ ریاست یعنی آج کے دور کے مطابق عدالت کے سامنے رکھا جائے اور پھر عدالت سزا کا نفاذ کرے۔ ائمہ اربعہ کی رائے ملاحظہ ہو:

سزا کے نفاذ کا حق

شریعت اسلامیہ کے مطابق سزاؤں کا نافذ کرنا حاکم یا قاضی کی ذمہ داری ہے آج کے دور میں عدالتیں یہ کام سرانجام دیتی ہیں۔ کوئی آدمی اپنے طور پر کسی کا ہاتھ نہیں کاٹ سکتا۔ یا قتل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جتنی حدود کی سزائیں بیان کی گئی ہیں۔ سب میں (قاطعوا

۔فاجلدوا) وغیرہ میں جمع امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ کوئی آدمی بذات خود یہ سزا نہیں دے سکتا۔ یہی اصول چاروں فقہی مسالک یعنی احناف، شوافع، مالکیہ اور حنابلہ نے بیان کیا ہے۔ مختصر طور پر ائمہ اربعہ کے اس حوالے سے اقوال درج کیے جاتے ہیں تاکہ واضح ہو کہ حدود اور سزاؤں کو نافذ کرنا حاکم وقت، قاضی یا عدالت کی ذمہ داری ہے نا کہ عوام کی، لہذا کسی بھی فرد کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں۔

فقہ حنفی کے مطابق حدود کا نفاذ حاکم یا اس کے اذن سے اس کا نائب کر سکتا ہے۔ آج کے دور میں اس مقصد کے لیے عدلیہ موجود ہے۔ جرم کے ثبوت اور سزا کا فیصلہ کرنا اور سزا دینا عدالت کا حق اور ذمہ داری ہو گی۔ جیسا کہ امام کاسانی فرماتے ہیں:

وأما شرائط جواز إقامتها فمنها ما يعم الحدود كلها، ومنها ما يخص البعض دون البعض، أما الذي يعم الحدود كلها فهو الإمامة: وهو أن يكون المقيم للحد هو الإمام أو من ولاه الإمام (أبو بكر بن مسعود الكاساني، 1327ھ)

"بہر حال وہ شرائط جن کے ہوتے ہوئے حد کا نفاذ جائز ہوتا ہے، تو ان میں کچھ ایسی ہیں جو تمام حدود پر لاگو ہوتی ہیں، اور کچھ مخصوص حدود سے متعلق ہوتی ہیں۔ ان عمومی شرائط میں سے ایک 'امامت' ہے: یعنی حد نافذ کرنے والا شخص امام (حاکمِ وقت) ہو یا وہ ہو جسے امام نے اس کام کے لیے مقرر کیا ہو۔"

یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ حدود کے نفاذ کی ایک لازمی اور عمومی شرط یہ ہے کہ اسے صرف امام یا اس کے نائب ہی نافذ کریں گے، عام لوگوں کو اس کا اختیار نہیں۔ یہ شریعت میں نظمِ عدل اور ریاستی اختیار کے اصول کی بنیاد ہے۔ احناف کے نزدیک قتل صرف قاضی کی عدالت میں گواہی یا اعتراف کے ذریعے ثابت ہو سکتا ہے۔ حکمران یا فرد واحد کو ماورائے عدالت قتل کی اجازت نہیں۔ امام ابو یوسف اس مسئلے کو بیان کرتے ہیں کہ:

وَلا يُقَامُ عَلَيْهِ حد إِلَّا بِبَيِّنَة عَادِلَةٌ أَوْ بِإِقْرَارٍ (يعقوب بن إبراهيم، ب.ت)

"اور کسی پر حد نافذ نہیں کی جائے گی مگر عادل گواہی یا اقرار کے ذریعے۔"

یہ اصول اسلامی شریعت کا بنیادی قاعدہ ہے، جس کے مطابق کسی شخص پر شرعی حد صرف دو صورتوں میں نافذ کی جا سکتی ہے معتبر اور عادل افراد کی گواہی اور مجرم کا خود اپنے جرم کا اعتراف، اس کے بغیر نہ حد قائم کی جا سکتی ہے، نہ سزا دی جا سکتی ہے۔ یہ قاعدہ ظلم و عدوان سے بچانے کا شرعی ضابطہ ہے۔

اصحاب شافعیہ کے نزدیک بھی حدود کو قائم کرنا امام یا جس شخص کو امام نے اختیار دیا ہو، ان کے لیے جائز ہے۔ علامہ جوینی لکھتے ہیں:

فإن استيفاء الحد مفوّضٌ إلى الإمام (عبد الملك بن عبد الله، 1428ھ)

بے شک حد کا نفاذ امام کے سپرد کیا گیا ہے۔

امام نووی حد کے قیام کے مزید واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِقَامَةُ الْحُدُودِ عَلَى الْأَحْرَارِ إِلَى الْإِمَامِ، أَوْ مَنْ فَوَّضَ إِلَيْهِ الْإِمَامُ، وَإِذَا أَمَرَ بِاسْتِيفَائِهِ، جَازَ لِلْمُفَوَّضِ إِلَيْهِ، وَلَا يَجِبُ حُضُورُ الْإِمَامِ، سَوَاءٌ ثَبَتَ بِالْبَيِّنَةِ أَوِ الْإِقْرَارِ (يحيى بن شرف النووى، 1412ھ)

"آزاد افراد پر حدود قائم کرنا امام یا اس شخص کے اختیار میں ہے جسے امام نے اس کا اختیار دیا ہو، اور اگر امام نفاذ حد کا حکم دے دے تو جسے یہ اختیار دیا گیا ہے، اس کے لیے اسے نافذ کرنا جائز ہے، اور امام کی موجودگی ضروری نہیں، خواہ جرم گواہوں سے ثابت ہو یا اقرار سے۔"

یہ عبارت اسی فقہی اصول کو بیان کرتی ہے کہ حد کا نفاذ ریاستی نظم و نسق کے تحت ہونا چاہیے، اور امام یا اس کے نمائندے کے ذریعے ہی یہ انجام پائے۔ امام شافعی فرماتے ہیں:

أن لا حدَّ عليها إلا ببينة تقوم، أو اعتراف (محمد بن إدريس الشافعى، 1403ھ)

"اس پر حد نافذ نہیں کی جائے گی، الا یہ کہ (یا تو) کوئی قائم شدہ گواہی ہو، یا اقرار (موجود ہو)۔"

امام شافعی کا قول اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ حد صرف معتبر شرعی گواہی اور مجرم کا خود اختیار اقرار، ان دو صورتوں میں نافذ کی جاسکتی ہے اس کے بغیر کسی پر حد (شرعی سزا) لگانا جائز نہیں۔ ظاہری بات ہے یہ دونوں قانونی کاروائی کی صورت میں ہی پوری ہو سکتی ہیں، اس لیے مجاز اداروں اور اشخاص کے علاوہ کسی کو اجازت نہیں ہو گی کہ وہ کسی کے خلاف ماورائے عدالت کاروائی کرے۔

ابن قدامہ، حدود نافذ کرنے کے حوالے سے حنبلی مؤقف اس طرح بیان کرتے ہیں:

ولا يجوز أن يقيم الحد إلا الإمام أو نائبه (ابن قدامة عبد الله بن أحمد، 1421ھ)

"اور حد کو نافذ کرنا جائز نہیں سوائے امام یا اس کے نائب کے۔"

ابن قدامہ کا یہ جملہ اسلامی فقہ کے اس اصول کی وضاحت کرتا ہے کہ حدود کا نفاذ صرف ریاستی اختیار رکھنے والے افراد (یعنی امام یا قاضی) کے ذریعے ممکن ہے، کسی عام فرد کو اس کا حق حاصل نہیں۔ اسی طرح "الإرشاد إلى سبيل الرشاد" میں حد کو ثابت ہونے کے لیے دو شرائط ذکر کی گئیں جیسا کہ عبارت ہے:

ولا تقتل نفس بنفس إلا ببينة عادلة، أو اعتراف القاتل طوعا (محمد بن أحمد، 1419ھ)

"کسی جان کا بدلہ جان کے ساتھ نہ لیا جائے، مگر (یا تو) عادل گواہی کے ساتھ، یا قاتل کے رضاکارانہ اقرار کے ذریعے۔"

یہ اصول شریعتِ اسلامیہ میں قصاص کے نفاذ کی شرائط بیان کرتا ہے، یعنی جان کے بدلے جان صرف عدالتی ثبوت یا اقرار کے بعد ہی ممکن ہے، از خود یا ماورائے عدالت قتل کی اجازت نہیں۔ دوسری طرف اس اصول سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے

کہ کوئی شخص واجب القتل ہے یا نہیں اس کا فیصلہ گواہوں کی شہادت یا قاتل کے اقرار کے ذریعے ثابت ہوتا ہے اور جب یہ ثابت ہو جائے تو پھر حد قائم کرنا امام یا قاضی کے ذمے ہے۔

مالکیہ کے نزدیک حدود کا نفاذ حاکم وقت یا اس کا مقرر کردہ قاضی (عدالت) کرے گی، ابن رشد مالکی اس اصول پر فقہاء کے متفق ہونے کو بھی واضح طور پر لکھتے ہیں:

وأما من يقيم هذا الحد فاتفقوا على أن الإمام يقيمه، وكذلك الأمر في سائر الحدود. (ابن رشد محمد بن أحمد، 1425ھ)

"رہا یہ کہ اس حد کو کون نافذ کرے، تو فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اسے امام نافذ کرے گا، اور یہی حکم باقی تمام حدود کے بارے میں بھی ہے۔"

چنانچہ یہ عبارت فقہاء کے اجماع کو ظاہر کرتی ہے کہ حدود کا نفاذ صرف امام (حاکم وقت) یا اس کا مقرر کردہ قاضی ہی کرے گا، نہ کہ کوئی فرد یا عوام۔ امام قرطبی آیت مبارکہ (وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ) کے تحت فرماتے ہیں:

اتفق أئمة الفتوى على أنه لا يجوز لأحد أن يقتص من أحد حقه دون السلطان، وليس للناس أن يقتص بعضهم من بعض، وإنما ذلك للسلطان أو من نصبه السلطان لذلك، ولهذا جعل الله السلطان ليقبض أيدي الناس بعضهم عن بعض (محمد بن أحمد القرطبي، 1384ھ)

"فتویٰ دینے والے تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنا حق خود کسی سے بدلہ لے، بلکہ یہ اختیار صرف سلطان (حاکم) کو ہے۔ لوگوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ایک دوسرے سے خود بدلہ لیں، بلکہ یہ سلطان یا وہ شخص کرے گا جسے سلطان نے اس کام کے لیے مقرر کیا ہو۔ اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سلطان (ریاست) کو مقرر فرمایا تاکہ وہ لوگوں کے ہاتھ ایک دوسرے سے روک سکے۔"

امام قرطبی کی یہ وضاحت انفرادی انتقام یا ماورائے عدالت اقدام کی ممانعت پر واضح اور قوی دلیل ہے، اور اسلامی نظمِ عدل میں ریاست کی مرکزی حیثیت کو ثابت کرتی ہے۔ مذکورہ بالا بحث سے متعدد چیزیں واضح ہوتی ہیں، اگر کسی شخص پر کسی جرم کا الزام ہو تو وہ مجرم ثابت نہیں ہو جاتا جب تک کہ اس کے خلاف شہادت نہ موجود ہو یا وہ بذات خود اپنے جرم کا اعتراف نہ کرلے، اس جرم کی تفتیش و تحقیق کرنا اور ثبوتوں کو تلاش کرنا پھر ان کی جانچ پڑتال کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں بلکہ یہ ذمہ داری متعلقہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ہے، جب اس شخص کا جرم ثابت ہو جاتا ہے تو اس صورت میں اس کی سزا کا فیصلہ کرنا اور اس پر عمل درآمد کرنا حاکم وقت یا اس کے نائب کے ذمے ہے، آج کے دور میں عدلیہ یہ کام کر رہی ہے لہٰذا مجرم کو سزا دینے کی ذمہ داری عدالتوں اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ہوگی کہ وہ مجرم کو قرار واقعی سزا پر عمل درآمد کو یقینی بنائیں۔ دوسری طرف یہ بات

بھی واضح ہوتی ہے کہ کسی شخص کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ سبقت لے جاتے ہوئے کسی مجرم کو سزا دے۔ یعنی عوام میں کسی کے پاس یہ حق نہیں ہے کہ ماورائے عدالت قتل کرے، اگر وہ ایسا کرتا ہے تو وہ مجرم ہو گا اور قاتل ہونے کے تحت سزا کا مستوجب ہو گا ۔

اس کے باوجود عصر حاضر میں اگر غور کیا جائے تو ماورائے عدالت قتل مختلف وجوہات سے ہوتے رہتے ہیں جیسے خاندانی دشمنی، ذاتی رنجش، جھگڑا وغیرہ، ان کیسز میں اول تو یہ کہ ان تمام وجوہات کا تعلق ایک محدود دائرے یا مخصوص افراد سے ہوتا ہے اس سے دیگر افراد یا عوام متاثر نہیں ہوتی۔ دوم یہ کہ مقتول کی خون کی حرمت برقرار ہوتی ہے اس لیے ان کیسز کا اور اس قاتل کا معاملہ الگ نوعیت رکھتا ہے۔ ماورائے عدالت قتل کی ایک اہم اور حساس وجہ کسی گستاخی کی بناء پر قتل کرنا ہے یعنی مذہب کے نام پر ماورائے عدالت قتل۔ اس قاتل اور مقتول کا معاملہ ذاتی نوعیت کا نہیں رہتا، گستاخی کا جرم دیگر جرائم سے الگ حیثیت رکھتا ہے، اور دنیا کے کسی بھی خطے میں کوئی گستاخانہ بات سامنے آئے تو پوری دنیا کے مسلمان اس سے متاثر ہوتے ہیں اور ان کے جذبات مجروح ہوتے ہیں، اور اس گستاخ سے متعلق تمام ہی مسلمان غم وغصے کا شکار ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس گستاخ کو اس کے فعل شنیع کی سزا دی جائے۔ گویا کہ جب گستاخی کا جرم وقوع پذیر ہوتا ہے تو معاملہ اجتماعی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ اس لیے جب کوئی شخص کسی گستاخی کے مجرم کو ماورائے عدالت قتل کر دیتا ہے تو پوری دنیا کی اس پر نظریں ہوتی ہیں۔ یہاں پر اس بات کو مد نظر رکھنا بھی ضروری ہے کہ اس گستاخ شخص کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم مباح الدم ہو جاتا ہے اور اس پر اجماع امت ہے۔ لہٰذا جب کسی شخص نے کسی گستاخ کو قتل کیا تو درحقیقت اس نے ایک مباح الدم شخص کا قتل کیا ہے۔ چنانچہ اب اس قاتل کا معاملہ ایک الگ نوعیت اختیار کر جاتا ہے۔ ذیل میں اب اس مسئلے پر بحث کی جائے گی کہ جب مذہبی بنیادوں پر کسی شخص کو قتل کر دیا جائے تو اس قتل کی شرعی حیثیت کیا ہو گی؟ اس قاتل کے لیے شرعی حکم کیا ہو گا؟ کیا دیگر قاتلوں کی طرح اس کا بھی وہی سزا دی جائے گی جو مذہب اور قانون میں موجود ہے یا اس کا معاملہ الگ ہو گا؟ اس مسئلے پر بھی بالترتیب ائمہ اربعہ کا مؤقف پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

مذہب کے نام پر ماورائے عدالت قتل

جیسا کہ گزر چکا کہ تمام ائمہ فقہ، امام اعظم، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام داؤد، امام ابن تیمیہ، اور ان کے تلامذہ کی اس مسئلے پر دورائے نہیں کہ گستاخ کو قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ توہین شریعت و توہین رسالت کے مرتکبین واجب القتل اور مباح الدم ہیں، ان کا قتل بطور حد ہو گا اور ان کی سزا پر عمل کروانا حاکم کی ذمہ داری ہے، کیونکہ حد نافذ کرنا حاکم کا حق ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص امام یا حاکم پر سبقت لے جائے یا بغیر ان کی اجازت کے ایسے شخص کو قتل کر دے تو اس نے دراصل حکمران کا حق ضائع کر دیا اور فساد کا

مرتکب ہوا۔ آج کل اسے " قانون ہاتھ میں لینا" کہتے ہیں۔ کسی نے اگر قانون ہاتھ میں لیتے ہوئے گستاخ کو ماورائے عدالت قتل کر دیا اور جس شخص کو قتل کیا گیا ہے اس کا جرم ثابت ہو چکا ہو تو قاتل کی سزا موت نہیں ہو گی کیونکہ مقتول، اگر مسلمان تھا تو مرتد ہو جانے کی وجہ سے اور اگر ذمی تھا تو عہد ذمہ ختم ہو جانے کی وجہ سے، مباح الدم تھا اپنے خون کی حرمت کھو چکا تھا۔ ہونا تو چاہیے تھا کہ اس گستاخ کو عدالت کے ذریعے قتل کی سزا دی جاتی لیکن اگر کسی شخص نے جذبات پر قابو نہ پاتے ہوئے کسی ایسے گستاخ کو قتل کر دیا جس کا جرم ثابت ہو چکا ہو تو وہ سزائے موت کا حقدار نہیں ہو گا۔ اس حوالے سے شریعت کا عمومی رویہ، یہ ہے کہ:

1. اسے عام قاتل کے حکم میں نہیں رکھا گیا۔
2. بعض مواقع پر رسول اللہ ﷺ نے ایسے افراد کی مدح فرمائی۔
3. ان پر قصاص یا دیت لاگو نہیں کی گئی۔

متعدد احادیث مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہیں جنھیں کتب احادیث میں دیکھا جا سکتا ہے، جیسا کہ ایک نابینا صحابی کا ام ولد کو قتل کرنا، ایک صحابی کا یہودی عورت کو قتل کرنا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا منافق گستاخ کو قتل کرنا، عصماء بنت مروان کا قتل، کعب بن اشرف کا قتل، ابو عفک کا قتل25 (سليمان بن الأشعث (1431ھ)، أحمد بن عبد الحليم (1428ھ)، محمد بن عمر (1966ء)، محمد بن إسماعيل (1414ھ) اور اس کے علاوہ کئی واقعات احادیث مبارکہ میں مذکور ہیں جن سے کھل کر یہ بات سامنے آتی ہے کہ گستاخ رسول کو قتل کیا جائے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا بھی یہی عمل تھا نیز آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے متعدد واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ ﷺ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنھم پر کوئی چیز لازم نہیں کی اور مقتول کے خون کو ہدر قرار دیا۔ آپ ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنھم پر کوئی چیز لازم نہ کرنا اس حال میں جبکہ انھوں نے اپنی ذاتی حیثیت میں کسی گستاخ کو قتل کر دیا، اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ کوئی شخص حاکم کی اجازت و حکم کے بغیر کسی گستاخ کو ٹھکانے لگاتا ہے جبکہ اس کا جرم ثابت شدہ ہو تو بہر حال قاتل کو قصاص میں قتل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مجرم اپنے جرم کی وجہ سے مباح الدم تھا۔ ہاں اگر آپ ﷺ کے اس کلی طور پر مواخذہ نہ کرنے کے عمل کو آپ ﷺ کے ساتھ خاص بھی کر دیا جائے تو یہ ہو سکتا ہے کہ حاکم ایسے شخص کو بطور سیاست کوئی سزا تفویض کرے لیکن بہر حال ایسا شخص سزائے موت کا حقدار نہیں ہو گا۔ ان روایات سے قطعی طور پر ماورائے عدالت قتل کو تحفظ فراہم نہیں ہوتا نہ ہی یہ واقعات ماورائے عدال قتل کو جائز بناتے ہیں، بلکہ ان سے یہ واضح کرنا مقصود ہوتا ہے کہ گستاخ کے قاتل کے لیے شریعت کا رویہ کیا رہا ہے اب اس سلسلے میں ائمہ کرام کے مؤقف جانتے ہیں:

فقہ حنفی میں اصول یہ ہے کہ قتل کا فیصلہ قاضی کرے گا، اور افراد کو از خود قتل کا اختیار نہیں۔ البتہ گستاخ اگر کوئی شخص کسی گستاخ رسول کو قتل کر دے اور گستاخی ثابت ہو جائے، تو حنفی مراجع میں قاتل پر قصاص نہیں ہوتا۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

إِلَّا أَنَّ الْأَفْضَلَ لَهُ أَنْ يَرْفَعَهُ إِلَى الْإِمَامِ لِيَكُونَ هُوَ الَّذِي يَقْتُلُهُ؛ لِأَنَّ فِيهِ مَعْنَى الْحَدِّ (محمد بن أحمد السرخسی، 1971ء)

"افضل یہ ہے ایک مسلمان کے لیے کہ وہ مرتد کو امام کے پاس لے جائے تاکہ وہ اسے قتل کرے کیونکہ اس میں حد کا معنیٰ پایا جاتا ہے (حدود کو نافذ کرنا امام کا کام ہے)"

امام سرخسی کی اس عبارت سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں ایک یہ کہ مرتد کی سزا قتل ہے لہذا اگر کوئی شخص توہین کا ارتکاب کرتا ہے اور فقہاء اسے مرتد قرار دیتے ہیں تو ایسے شخص کی سزا قتل ہی ہے۔ یاد رہے کہ مرتد کا حکم عام کافر کے حکم سے الگ ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ مرتد کو حاکم کے سامنے بطور حد قتل کرنے کے لیے پیش کرنا ہی افضل ہے یعنی کوئی عام شخص قانون کو ہاتھ میں لے کر اسے قتل نہ کرے بہتر اور افضل تو یہی ہے لیکن دوسری جانب افضل کے استعمال سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ اگر کوئی مرتد کو ازخود قتل کر دے تو بہر حال اس شخص کو سزا میں قتل نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ قدوری گستاخ اور توہین کے مرتکب کو ماورائے عدالت قتل کرنے والے کے حوالے سے حنفی مذہب کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

فإن قتله قاتل قبل عرض الإسلام عليه كره له ذلك ولا شيء على القاتل (أحمد بن محمد القدوری، 1418ھ)

"پس اگر اسے کسی قاتل نے قتل کر دیا اسلام پیش کرنے سے پہلے تو اس کے لیے مکروہ ہے اور قاتل پر کوئی چیز نہیں۔"

علامہ قدوری کے مطابق اگر کسی مرتد کو اسلام قبول کرنے سے قبل (یعنی اس قول کے مطابق کو عام مرتد کی طرح اسے بھی اسلام پیش کیا جائے) قتل کر دیا تو ایسا کرنا مکروہ ہے یعنی ناپسندیدہ ہے لیکن بہر حال اس وجہ سے قاتل پر کچھ لازم نہیں ہوگا کیونکہ مقتول اپنے جرم کے سبب مباح الدم تھا۔

امام ابو بکر رازی نے امام ابو حنیفہ، ابو یوسف اور زفر کے حوالے سے بیان کیا کہ:

فقال أبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد وزفر: "فِي الْأَصْلِ لَا يُقْتَلُ الْمُرْتَدُّ حَتَّى يُسْتَتَابَ، وَمَنْ قَتَلَ مُرْتَدًّا قَبْلَ أَنْ يُسْتَتَابَ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ" (أحمد بن علي أبو بكر الرازی، 1415 ھ)

"ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد اور زفر کا قول ہے کہ مرتد کو توبہ طلب کیے جانے سے قبل قتل نہیں کیا جاتا اور جو مرتد کو توبہ سے قبل قتل کر دے تو اس پر تاوان نہیں۔"

علامہ شامی نے گستاخی کی سبب ہونے والے مرتد کو ماورائے عدالت قتل کرنے والے کے حوالے سے واضح الفاظ میں بیان کیا کہ:

قَالَ فِي الْمِنَحِ: وَأُطْلِقَ فَشَمَلَ الْإِمَامَ وَغَيْرَهُ، لَكِنْ إنْ قَتَلَهُ غَيْرُهُ أَوْ قَطَعَ عُضْوًا مِنْهُ بِلَا إذْنِ الْإِمَامِ أَدَّبَهُ الْإِمَامُ. (محمد أمين، 1386ھ)

"منح میں کہا: یہ مطلق ہے پس یہ شامل ہے امام اور غیر امام کو، لیکن اگر اسے قتل کر دیا ہے یا اس کا عضو کاٹ دیا امام کے علاوہ کسی اور نے بغیر امام کی اجازت کے تو امام اسے تادیبا سزا دے گا۔"

علامہ شامی کی پیش کردہ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایسے مرتد کو بغیر امام کی اجازت کے کوئی شخص قتل کر دے تو ایسے شخص کو امام تادیباً سزا دے گا کیونکہ اس نے امام کے حق کو ضائع کیا ہے، سزا دینا اور حد نافذ کرنا امام کا حق اور ذمہ داری ہے اور یہ شخص حق کو ضائع کر کے فساد کو مرتکب ہوا ہے اس لیے امام اسے کوئی سزا دے سکتا ہے لیکن وہ سزا بہر حال موت نہیں ہو گی کیونکہ اسے ادب سکھلانے کو سزا دی جائے گی ناکہ قصاص میں۔

صاحب الھدایۃ رقم کرتے ہیں:

فإن قتله قاتل قبل عرض الإسلام عليه كره ولا شيء على القاتل " ومعنى الكراهية ههنا ترك المستحب (كمال الدين، 1389 ھ)

"اور اگر اسے قاتل نے اسلام پیش کیے جانے سے قبل قتل کر دیا تو یہ مکروہ ہے اس کے لیے لیکن قاتل پر کچھ لازم نہیں اور کراہیت کا مطلب ترک مستحب ہے۔"

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

فإن قتله قاتل قبل عرض الإسلام عليه، أو قطع عضوا منه كره ذلك كراهة تنزيه هكذا في فتح القدير فلا ضمان عليه لكنه إذا فعل بغير إذن الإمام أدب على ما صنع كذا في غاية البيان (جماعة من العلماء، 1310 ھ)

"اگر اسے اسلام پیش کرنے سے قبل قاتل کر دے یا کوئی عضو کاٹ دے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے فتح القدیر میں اسی طرح ہے اس شخص پر کوئی ضمان نہیں لیکن جب وہ یہ کام امام کی اجازت کے بغیر کرے گا تو امام اسے ادب سکھائے گا اس پر جو اس نے کیا ہے، اسی طرح غایۃ البیان میں ہے"

مذکورہ بالا عبارات سے متعدد مسائل واضح ہوتے ہیں ایک یہ کہ ایسا شخص جو توہین کا ارتکاب کرتا ہے اس کی سزا قتل ہے، اور یہ بطور حد سزا ہے، چنانچہ اسے نافذ کرنا حاکم کی ذمہ داری ہے کسی شخص کو قانون ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے، لیکن اگر کسی شخص نے بغیر حاکم کی اجازت کے، یا اس پر اسلام پیش کیے جانے سے قبل، اسے قتل کر دیا تو یہ مکروہ ہے، لیکن یہ کراہیت تنزیہی ہے کیونکہ گستاخی کی وجہ سے وہ کفر کو خود پر لازم کر چکا تھا اور مرتد ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اس کا خون مباح تھا، اور اب دوبارہ اس پر اسلام کا

پیش کیا جانا واجب بھی نہیں تھا نیز مرتد پر تمام جنایات باطل ہیں اس لیے قاتل کو حاکم تادیباً سزا دے گا کیونکہ اس عمل سے وہ فساد کا مرتکب ہوا ہے لیکن اسے سزائے موت نہیں دی جائے گی۔ قاضی عیاض مالکی، امام مالک کا مؤقف اس طرح بیان کرتے ہیں:

مَنْ سَبَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَوْ شَتَمَهُ أَوْ عَابَهُ أَوْ تَنَقَّصَهُ قُتِلَ مُسْلِمًا كَانَ أَوْ كَافِرًا وَلَا يُسْتَتَابُ (عياض بن موسى، 1407ھ)

" جس نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی یا برا کہا یا عیب بیان کیا یا تنقیص کی اسے قتل کیا جائے گا چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی"

امام مالک کے نزدیک، جو شخص رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے، وہ واجب القتل ہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، اور اسے قتل کیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص گستاخ رسول ﷺ کو قتل کر دے، اور گستاخی ثابت ہو جائے، تو امام مالک کے بعض اقوال کے مطابق قاتل پر قصاص نہیں ہو گا۔

ابن قدامہ امام احمد کی گستاخ کے قتل کی صراحت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

وقال بعضُ أصحابِنا في مَن سَبَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم: إنَّه يُقْتَلُ بكُلِّ حالٍ. وذَكَر أنَّ أحمدَ نَصَّ عليه (عبد الرحمن بن محمد، 1415 ھ)

ہمارے بعض اصحاب (فقہائے کرام) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے والے کے بارے میں کہا ہے کہ اسے ہر حال میں قتل کیا جائے گا، اور انہوں نے ذکر کیا کہ امام احمد نے اس پر صریح فتویٰ دیا ہے۔"

شافعی اور حنبلی مکاتب فکر کے مطابق اگر کوئی شخص شریعت کی رو سے قتل کا مستحق ہو، جیسے کہ مرتد یا زانی محصن، تو اس کے قتل پر قاتل پر قصاص لازم نہیں آتا۔ الموسوعۃ الفقہیۃ المیسرۃ میں اسی حوالے سے بیان ہوا:

فلا يجب القِصاص بقتلِ حربيّ ولا يجب بقتله؛ دية ولا كفارة، وكذا الزاني المحصَن أو المرتد. (حسين بن عودة، 1423 ھ)

لہٰذا حربی (یعنی حالت جنگ میں غیر مسلم) کے قتل پر نہ قصاص واجب ہے، نہ دیت (خون بہا)، نہ کفارہ۔ اور یہی حکم شادی شدہ زانی اور مرتد کے بارے میں بھی ہے۔"

مرتد کے قتل پر قصاص نہ ہونے کی وجہ اس کا مباح الدم ہونا ہے۔ تاہم، اس کا نفاذ امام یا اس کے نائب کے ذریعے ہونا چاہیے۔ اگر کوئی شخص خود سے ایسا اقدام کرے تو وہ "افتیات علی الإمام" (امام کے اختیار میں مداخلت) کا مرتکب ہوتا ہے، جس پر تعزیر (تادیبی سزا) دی جاسکتی ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں:

يُقْتَلُ الْمُرْتَدُّ بِضَرْبِ الرَّقَبَةِ دُونَ الْإِحْرَاقِ وَغَيْرِهِ، وَيَتَوَلَّاهُ الْإِمَامُ أَوْ مَنْ وَلَّاهُ، فَإِنْ قَتَلَهُ غَيْرُهُ عُزِّرَ----وَلَا خِلَافَ أَنَّهُ لَوْ قُتِلَ قَبْلَ الِاسْتِتَابَةِ، أَوْ قَبْلَ مُضِيِّ مُدَّةِ الْإِمْهَالِ، لَمْ يَجِبْ بِقَتْلِهِ شَيْءٌ، وَإِنْ كَانَ الْقَاتِلُ مُسِيئًا بِفِعْلِهِ. (يحيى بن شرف، 1412 ھ)

"مرتد کو گردن مار کر قتل کیا جائے گا، نہ کہ آگ میں جلا کر یا کسی اور طریقے سے۔ اور یہ کام امام (حاکم) یا اس کا مقرر کردہ نمائندہ انجام دے گا۔ اگر کسی اور نے (بغیر امام کی اجازت کے) اسے قتل کیا، تو اسے تعزیر (تادیبی سزا) دی جائے گی۔۔۔ اور اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر مرتد کو توبہ کی مہلت دیے جانے سے پہلے قتل کر دیا جائے، یا مہلت کی مدت پوری ہونے سے پہلے، تو قاتل پر کوئی قصاص یا کفارہ لازم نہیں آتا، اگرچہ اس کا عمل ناپسندیدہ اور غلط ہے"

چونکہ گستاخی کی بناء پر مسلمان مرتد ہو جاتا ہے اس لیے اگر اسے کوئی عدالتی حکم کے بغیر قتل کر دے تو اگرچہ اس کا یہ فعل نامناسب ہے لیکن مرتد کے خون کی حرمت ختم ہو جانے اور کے قتل کے شرعی حق ہونے کی وجہ سے قاتل پر قصاص یا کفارہ نہیں ہو گا، یعنی اسے سزائے موت نہیں دی جا سکتی۔

اسی طرح امام ابن تیمیہ نے الصارم المسلول میں متعدد واقعات نقل کیے ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے آپ ﷺ نے اذن کے بغیر گستاخ کو قتل کر دیا تو آپ ﷺ نے ان کی تعریف کی ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

أنهم كانوا يبذلون دماءهم في صون عرضه وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمدح من فعل ذلك سواء قتل أو غلب ويسميه ناصر الله ورسوله (أحمد بن عبد الحليم الحراني، 1428ھ)

"وہ (صحابہ) اپنی جانیں قربان کرتے تھے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کی تعریف فرمایا کرتے تھے، خواہ وہ قتل ہو جائے یا غالب آ جائے، اور اسے 'اللہ اور اس کے رسول کا مددگار' قرار دیا کرتے تھے۔"

مذکورہ بالا بحث سے گستاخ رسول کے ماورائے عدالت قتل کرنے والے شخص کے حوالے سے فقہ اسلامی کی روشنی میں یہ مؤقف سامنے آتا ہے کہ گستاخ رسول مسلم ہو یا غیر مسلم ہر دو صورت میں واجب القتل ہے۔ کیونکہ گستاخی کا فعل شنیع اور جرم قبیح کی وجہ سے مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے گستاخ رسول کے معاملے میں حد ارتداد کا اطلاق ہوتا ہے جس کے لیے مقرر کردہ حد سزائے موت ہے اسی طرح جمہور کے قول کے تحت گستاخ ذمی بھی عہد ذمہ ختم ہو جانے سے مباح الدم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایسا شخص جس کی خون کی حرمت و عصمت زائل ہو چکی ہو اور وہ واجب القتل ہو، تو اصول کے مطابق تو اس پر یہ سزا نافذ کرنے کی ذمہ داری عدالت کی ہے۔ اگر افتیات (کسی شخص کا اپنی جانب سے حد کا نفاذ کر کے حکمران کا حق ضائع کر دینا) کے مرتکب شخص نے کسی شخص کو گستاخ رسول سمجھ کر قتل کر دیا اور اس نے عدالت میں ثابت کر دیا کہ مقتول واقعی گستاخ رسول تھا، تو اس صورت میں

اسے سزائے موت نہیں دی جاسکے گی کیونکہ مقتول مرتد ہونے کی وجہ سے مباح الدم تھا۔ البتہ افتیات کے ارتکاب کی وجہ سے قاتل کو مناسب تادیبی سزا دی جائے گی اور اگر مقتول کو مقرر کردہ ضابطے پر گستاخ رسول اور مرتد ثابت نہ کیا جاسکا تو قاتل کو مومن کے قتل عمد کا ذمہ دار ٹھہرا کر سزائے موت دی جائے گی نیز اسے فساد کے ارتکاب کی وجہ سے کوئی اور سزا بھی دی جاسکتی ہے۔

پاکستان میں گستاخ رسول کے حوالے سے قانون موجود ہے جس کی رو سے گستاخ کی سزا فقط موت ہے جو کہ اسلامی قانون کے مطابق ہے، اس کے باوجود جب کوئی فرد یا افراد ماورائے عدالت قتل کا ارتکاب کرتے ہیں تو ایک سوالیہ نشان سامنے آتا ہے کہ قانون کی موجودگی کے باوجود ایسا کیوں ہوا؟ اس کی متعدد وجوہات ہو سکتی ہیں جن میں انتہاء پسندانہ سوچ، دشمن عناصر کا اہل اسلام کے جذبات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انھیں قانون ہاتھ میں لینے پر اکسانا، اور سب سے بڑھ کر عوام کا اپنے اداروں پر اعتماد نہ ہونا ہے۔ اسکی بڑی وجہ کمزور عدالتی نظام کا ہونا ہے جب عدالتی نظام سست، غیر مؤثر یا بدعنوان ہو تو ماورائے عدالت قتل جیسا فعل جنم لیتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مذہب کے نام پر ماورائے عدالت قتل کی روک تھام کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں جیسا کہ:

قانون نافذ کرنے والے اداروں کو مستعد و فعال کیا جائے اور اس میں بنیادی طور پر نظام انصاف کو بروقت اور غیر جانبدارانہ بناتے ہوئے عوام کا قانون ساز اداروں خاص طور پر عدلیہ پر اعتماد بڑھایا جائے۔ تاکہ سزا کا نفاذ صرف عدالت کے ذریعے ممکن ہو، نہ کہ فرد واحد کے ذریعے۔

ماورائے عدالت قتل کو سخت جرم قرار دیا جائے اور اس پر فوری، شفاف اور غیر جانبدارانہ کارروائی ہو۔

شرعی اصولوں کی روشنی میں گستاخانہ واقعات کے کیسز کے لیے عدالتی نظام کو مؤثر بنایا جائے، گستاخانہ واقعات سے متعلق کیسز کو دیگر کیسز سے الگ رکھا جائے اور اس سلسلے میں خصوصی کمیشن بنایا جائے۔ نیز گستاخ رسول کو ماورائے عدالت قتل کرنے والے قاتل کی سزا کو اسلامی احکامات سے ہم آہنگ کیا جائے۔

ائمہ اربعہ کا اجماعی مؤقف عام کیا جائے کہ حدود کا نفاذ صرف حاکمِ وقت یا قاضی کا اختیار ہے۔

گستاخی جیسے حساس معاملات میں شرعی اصول گواہی، اقرار، عدالت کو لازم قرار دیا جائے، اور عوام کو اس کی تربیت دی جائے۔

تمام مکاتب فکر کے علماء اور بااثر مذہبی شخصیات اور اساتذہ پر بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ عوام کی اس حوالے سے ذہن سازی کریں کہ وہ قانون ہاتھ میں نہ لیں بلکہ ذمہ دار اداروں کو ان کا کام کرنے دیں تاکہ معاشرہ بدامنی اور فسادات کا شکار نہ ہو۔

علماء، خطباء، اور مدرسین کے لیے بھی تربیتی پروگرام ہوں جن میں فقہی اعتدال، سماجی نظم، اور قانونی شعور پیدا کیا جائے۔

سوشل میڈیا اور پبلک پلیٹ فارمز پر جذباتی بھڑکاؤ کی روک تھام کے لیے ضابطہ اخلاق نافذ کیا جائے۔

حواشی وحوالہ جات

Justice Definitions Project. (2024). Extra-judicial killings. https://jdc-definitions./Extra-judicial_killings

Amnesty International. (1993). 14-point program for the prevention of extrajudicial executions. https://www.amnesty.org/en/wp-content/uploads/2021/06/pol350021993en.pdf

IGI Global. (2021). What is extrajudicial killing. IGI Global Scientific Publishing. https://www.igi-global.com/dictionary/extrajudicial-killing/89939

وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية. (1404ه-). الموسوعة الفقهية الكويتية، الكويت، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية

Wizarat al-Awqaf wa al-Shu'un al-Islamiyyah. (1404 AH). Al-Mawsu'ah al-Fiqhiyyah al-Kuwaytiyyah, Kuwait, Ministry of Awqaf and Islamic Affairs.

United Nations. (1948). Universal Declaration of Human Rights. United Nations. https://www.un.org/en/about-us/universal-declaration-of-human-rights

الأندلسي، عياض بن موسى. (1407ه-). الشفا بتعريف حقوق المصطفى (الطبعة الثانية، دار الفيحاء

Al-Andalusi, 'Iyad ibn Musa. (1407 AH). Al-Shifa bi Ta'rif Huquq al-Mustafa, Dar Al-Fayha

Ibn 'Abidin, Muhammad Amin. (1386 AH). Radd al-Muhtar 'ala al-Durr al-Mukhtar, Dar al-Fikr, Beirut.

المظهري، محمد ثناء الله. (1412ھ). التفسير المظهري، مكتبة الرشدية، باكستان

Al-Mazhari, Muhammad Thana'ullah. (1412 AH). Al-Tafsir al-Mazhari , Maktabat al-Rashidiyyah, Pakistan.

1 خان، نذیر احمد. (2006ء). توہین رسالت، اقلیتیں اور قانون تحفظ مذاہب، ادارۃ الانور، کراچی۔

Khan, N.A. (2006). Tauheen-e-Risalat, Aqalliyatein aur Qanoon-e-Tahaffuz-e-Mazahib , Idarah al-Anwar, Karachi.

الكاساني، أبو بكر بن مسعود. (1327ھ). بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، مطبعة الجمالية، مصر

Al-Kasani, Abu Bakr ibn Mas'ud. (1327 AH). Bada'i' al-Sana'i' fi Tartib al-Shara'i', Matba'at al-Jamaliyyah, Misr.

أبو يوسف، يعقوب بن إبراهيم. (ب.ت). الخراج، المكتبة الأزهرية للتراث

Abu Yusuf, Ya'qub ibn Ibrahim. (n.d.). Al-Kharaj, Al-Maktabah al-Azhariyyah li-l-Turath.

الجويني، عبد الملك بن عبد الله. (1428ھ). نهاية المطلب في دراية المذهب، دار المنهاج، جدّة

Al-Juwayni, 'Abd al-Malik ibn 'Abd Allah. (1428 AH). Nihayat al-Matlab fi Dirayat al-Madhhab, Dar al-Minhaj, Jeddah.

النووي، يحيى بن شرف. (1412ھ). روضة الطالبين وعمدة المفتين، المكتب الإسلامي، بيروت

Al-Nawawi, Yahya ibn Sharaf. (1412 AH). Rawdat al-Talibin wa 'Umdat al-Muftin , Al-Maktab al-Islami, Beirut.

ابن قدامة، عبد الله بن أحمد. (1421ھ). المقنع في فقه الإمام أحمد، مكتبة السوادي للتوزيع، جدة.

Ibn Qudamah, 'Abd Allah ibn Ahmad. (1421 AH). Al-Muqni' fi Fiqh al-Imam Ahmad, Maktabat al-Sawadi li-l-Tawzi', Jeddah

الهاشمي، محمد بن أحمد. (1419ھ). الإرشاد إلى سبيل الرشاد، مؤسسة الرسالة ناشرون

Al-Hashimi, Muhammad ibn Ahmad. (1419 AH). Al-Irshad ila Sabil al-Rashad, Mu'assasat al-Risalah Nashirun.

ابن رشد، محمد بن أحمد. (1425ھ). بداية المجتهد ونهاية المقتصد، دار الحديث، القاهرة.

*Ibn Rushd, Muhammad ibn Ahmad. (1425 AH). Bidayat al-Mujtahid wa Nihayat al-Muqtasid , Dar al-*Hadith, Cairo

القرطبي، محمد بن أحمد. (1384ھ). الجامع لأحكام القرآن، دار الكتب المصرية، القاهرة

Al-Qurtubi, Muhammad ibn Ahmad. (1384 AH). Al-Jami' li-Ahkam al-Qur'an, Dar al-Kutub al-Misriyyah, Cairo.

السجستاني، أبو داود، سليمان بن الأشعث. (1431ھ). سنن أبي داود، باب الحكم في من سب النبي ﷺ، المكتبة العصرية، بيروت.

Al-Sijistani, Abu Dawud, Sulayman ibn al-Ash'ath. (1431 AH). Sunan Abi Dawud, Bab al-Hukm fi man Sabb al-Nabi ﷺ, Al-Maktabah al-'Asriyyah, Beirut.

الواقدي، محمد بن عمر. (1966ء). المغازي، جامعة أكسفورد، لندن.

Al-Waqidi, Muhammad ibn Umar. (1966). Al-Maghazi, University of Oxford, London.

البخاري، محمد بن إسماعيل. (1414ھ). الجامع الصحيح البخاري، باب قتل كعب بن الأشرف، دار ابن كثير، دمشق.

Al-Bukhari, Muhammad ibn Ismail. (1414 AH). Al-Jami' al-Sahih al-Bukhari, Bab Qatl Ka'b ibn al-Ashraf, Dar Ibn Kathir, Damascus

السرخسي، شمس الأئمة، محمد بن أحمد. (1971ء). شرح السير الكبير، الشركة الشرقية للإعلانات.

Al-Sarakhsi, Shams al-A'immah, Muhammad ibn Ahmad. (1971). Sharh al-Siyar al-Kabir, Al-Sharika al-Sharqiyya lil-I'lanat.

القدوري، أحمد بن محمد. (1418ه-). مختصر القدوري، دار الكتب العلمية، بيروت.

Al-Quduri, Ahmad ibn Muhammad. (1418H). Mukhtasar al-Quduri, Dar al-Kutub al-'Ilmiyya, Beirut.

الجصاص، أحمد بن علي أبو بكر الرازي. (1415ه-). أحكام القرآن، دار الكتب العلمية، لبنان.

Al-Jassas, Ahmad ibn Ali Abu Bakr al-Razi. (1415H). Ahkam al-Qur'an , Dar al-Kutub al-'Ilmiyya, Lebanon

ابن الهمام، كمال الدين. (1389ه-). شرح فتح القدير على الهداية، شركة مكتبة ومطبعة مصفى البابي الحلبي وأولاده، مصر.

Ibn al-Hammam, Kamal al-Din. (1389H). Sharh Fath al-Qadeer 'ala al-Hidaya , Sharikat Maktabat wa Matba'at Misfa al-Babi al-Halabi wa Awladuh, Egypt.

جماعة من العلماء. (1310ه-). الفتاوى العالمكيرية المعروفة بالفتاوى الهندية، المطبعة الكبرى الأميرية، بولاق، مصر.

Jama'a min al-'Ulama'. (1310H). Al-Fatawa al-'Alamkiriya al-Ma'rufa bil-Fatawa al-Hindiya , Al-Matba'a al-Kubra al-Amiriyya, Bulaq, Egypt.

المقدسي، عبد الرحمن بن محمد. (1415ه-). الشرح الكبير على المقنع، هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، القاهرة.

Al-Maqdisi,Abd al-Rahman ibn Muhammad. (1415H). Al-Sharh al-Kabir 'ala al-Muqni, Hijr li al-Tiba'a wa al-Nashr wa al-Tawzi' wa al-I'lan, Cairo

.العوايشة، حسين بن عودة.(1423ه-).الموسوعة الفقهية الميسرة في فقه الكتاب والسنة المطهرة. المكتبة الإسلامية، دار ابن حزم، بيروت.

Al-'Awaisha, Husayn ibn 'Awda. (1423H). Al-Mawsu'a al-Fiqhiyya al-Muyassara fi Fiqh al-Kitab wa al-Sunnah al-Mutahhara. Al-Maktaba al-Islamiyya, Dar Ibn Hazm, Beirut.

النووي، يحيى بن شرف.(1412ه-).روضة الطالبين وعمدة المفتين، المكتب الإسلامي، بيروت.

Al-Nawawi, Yahya ibn Sharaf. (1412H). Rawdat al-Talibin wa 'Umdat al-Muftin , Al-Maktab al-Islami, Beirut.